و شناخت حاصل کرے۔

فلک اور اجرام سماوی کی قسم کھا کر اور ان کی اہمیت کی طرف توجہ دلا کر پروردگار عالم نے ایسی چیزوں کی اہمیت بتائی ہے جو آسمان کے نیچے ہیں یا کرہ ارض کو محیط یعنی اس سلسلے کو غبار آڑانے والی ہو آن کے ذکر سے شروع کیا اور فرمایا :

و الذاریات ذروا ، پہاڑوں کی قسم کھائی و التین و الزیتون و طور سینین و ھذا البلد الامین : گھوڑے کی قسم کھائی ''و العادیات ضبحا'' ۔ پھر ہر ایک ذی جنس اور محسوس ہونے والی چیز کی قسم کھائی ۔ و شاھد و مشھود ۔

یہ قسمیں اس بات کا فائدہ دیتی ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ان اشیاء کے بارے میں غور و فکر کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے اور آن پر حساب ، ہندسہ ، نجوم ، طعبیات ، علم العمران اور علم النفس وغیرہ تمام علوم کا جاننا لازمی قرار دیا ہے ۔ اس لیے کہ مذکورہ بالا قسمیں ان ہی چیزوں کی طرف توجہ دلاتی ہیں جو ان تمام علوم و فنون کا ماخذ اور سرچشمہ ہیں ۔

قرآن نے علم کی طرف متوجہ کرنے کا ایک اور طریقہ بھی استعمال کیا ہے اور وہ یہ کہ علم کی بہت تعریف کی ہے اور آس کے مقابلے میں جہالت کی شدید مذمت کی ہے ۔ خداوند تعالیٰ نے علم کو اپنی ذات کے ساتھ منسوب کیا ہے اور یہ علم کی بہت بڑی تکریم ہے ۔

قرآن پاک کے ان واضح احکام کی تعمیل میں مسلمانوں نے علوم و فنون کی تحصیل کو اپنا شعار بنا لیا اور انھوں نے طب ، طبیعات ، کیمیا ، ریاضی ، فلکیات اور دیگر علوم میں انتہائی روشن کارنامے انجام دیے ۔

قرآن مجید کے عربی زبان و ادب پر اثرات کے اس مختصر جائزے کے بعد ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ عربی زبان میں جو علوم پیدا ہوئے خواہ وہ دینی تھے یا دنیاوی اور اس میں جو کچھ لکھا گیا سب قرآن مجید کا مرہون منت تھا ۔ میں اس مقالے کا خاتمہ جرجی زیدان کے اس جملے پر کرتا ہوں :

و بالجملة فان للقران تاثیرا فی آداب اللغة العربیہ لیس لکتاب دینی مثلہ فی اللغات الاخری ۔

ڈاکٹر نجم الاسلام*

غرۃ الکمال کے دو قلمی نسخے

(۱)

امیر خسرو کے دواوین میں سے صرف دوسرا دیوان وسط الحیٰوۃ دو بار مکمل چھپا ہے[۱] اور کسی دیوان کے تمام و کمال چھپنے کی ابھی تک نوبت نہیں آئی اگرچہ متعدد خطی نسخے موجود ہیں (رک: امیر خسرو از اقبال صلاح الدین)۔ البتہ دواوین کے انتخاب کے مطبوعہ اور خطی نسخے مل جاتے ہیں ۔ خسرو کا نول کشوری کلیات در اصل انتخاب دواوین ہے[۲] ۔ تہران کا دیوان کامل بھی اسی طرح کا ہے ، کسی صورت اسے دیوان کامل نہیں کہا جا سکتا[۳] ۔ پیکیجز کا کلیات صرف غزلیات کا مجموعہ ہے ، جب کہ خسرو کے دواوین میں اور بھی بہت کچھ ہے ۔ خسرو کے دواوین کی تدوین اور ان کے طبع کیے جانے کا کام ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے ۔

ان معروضات کے بعد ، اب ذیل میں خسرو کے تیسرے دیوان غرۃ الکمال کے دو ایسے خطی نسخوں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے جن سے تدوین دواوین میں مدد لی جا سکتی ہے ۔ ان میں ایک خطی نسخہ موسومہ ''عجائب الغرائب دیوان خسرو''

---

*شعبۂ اردو ، سندھ یونیورسٹی حیدر آباد ۔

۱- مرتبہ فضل احمد حافظ ، ۱۹۲۰ء اس کا ایک ناقص نسخہ انجمن ترقی اردو کراچی کے کتاب خانے میں موجود ہے ۔ دوسری بار علی گڑھ سے ۱۹۴۶ء ، ۱۹۴۷ء میں پروفیسر عبدالرشید نے شائع کیا ۔

۲- اس کے دیباچۂ مصنف میں خسرو نے اپنی شاعری کو بر بنائے حدیث نبوی ؐ کذب اور اس انتخاب کو خلاصۂ کذب کہا ہے :

کہ اگر راست خواہی از خسرو کذب اینجا خلاصۂ کذب است

۳- اس کے مرتبین خسرو کے دواوین کو ایک ہی ''دیوان کامل'' کے پانچ حصے خیال کرتے ہیں ۔ چنانچہ م ۔ درویش پیش گفتار میں لکھتے ہیں ''شاعر دیوان اشعارش را بہ پنج قسمت . . . تقسیم نمودہ'' اور سعید نفسی فرماتے میں ''دیوان غزلیات خود رابہ پنج کتاب تقسیم کردہ است'' ۔

(نمبر N.M. 1968.627) نیشنل میوزیم کراچی کا ہے ، دوسرا خطی نسخہ موسومہ ''قصائد امیر خسرو'' (نمبر 49) سندھی ادبی بورڈ کا ہے ۔

(۲)

ان دونوں خطی نسخوں کے ''ابیات سرخ'' ہی سے ظاہر ہے کہ یہ دراصل خسرو کے تیسرے دیوان غرۃ الکمال کے نسخے ہیں ۔ ابیات سرخ خسرو کے دواوین کی ایک خاص چیز ہیں ۔ ہر دیوان کے لیے عنوانات کا جداگانہ سلسلۂ ابیات ہے اور اور ہر سلسلہ کے ابیات ایک ہی بحر و قافیہ کے ساتھ آتے ہیں ۔ منظوم عنوانات کے اس سلسلے کی ابتدا ، تحفۃ (الصغر کے جامع ، تاج الدین ظاہر یا زاہد ؟ (برادر خسرو؟) نے کی تھی جیسا کہ تحفۃ الصغر کے دیباچےمیں خسرو نے لکھا ہے ۔ یہ سلسلہ بعد کے دواوین میں بھی قائم رکھا گیا ہے ۔ وسط الحیوۃ کے دیباچے میں خسرو نے ضمناً ان ابیات سرخ کا ذکر کیا ہے ۔ چنانچہ اپنی ایک اختراع ''صنعت تخلص حامل موقوف'' کی علت غائی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگرچہ بیت سرخ سے یہ پتا لگ سکتا ہے کہ یہ قصیدہ فلاں صاحب کی مدح میں ہے لیکن اگر بیت سرخ محو ہو جائے تو پھر بقائے نام کی صورت بجز اس کے تصور نہیں ہو سکتی کہ خود شعر میں ممدوح کا نام نظم کر دیا جائے ۔ وسط کے دیباچے میں یہ بھی بتایا ہے کہ تحفہ کی طرح وسط کے کلام کو بھی وہ جمع کرنا نہ چاہتے تھے مگر بعض احباب و مخلصین جن کے پاس یہ کلام (بتمامہا) محفوظ تھا مصر ہوئے کہ اس کو جمع کر دیا جائے ۔ بنا برآں مرتب کیا گیا ۔ اس سے ظاہر ہے کہ وسط کے مرتب وہ خود ہیں اور ابیات سرخ بھی انہی کے ہیں ۔ وسط کے ابیات سرخ میں ایک اہتمام یہ بھی کیا ہے کہ قصائد ، ترجیعات اور قطعات کی تعداد بھی نظم کر دی علی ہذا بعد کے دواوین کے ابیات سرخ بھی انہی کے ہوں گے ۔ وسط کی ابتدا حمدیہ قصیدے ۔ ع ''حمد رانم بر زبان اللہ رب العالمین'' سے ہوتی ہے اور اس کا بیت سرخ یہ ہے :

ابتدا شد چوں کتاب من بتوحید خدا ہست امیدم کہ بخشد ایزدم نور ھدا

دوسرا قصیدہ نعتیہ ہے جو اس بیت سرخ کے ساتھ ہے :

لامکان بگذشت و اینک میرود بالا ہنوز نور ایں نعت از برای پائبوس مصطفیٰ

اس سے وسط کے ابیات سرخ کے سلسلے کا اندازہ ہو سکتا ہے ۔ اب غرۃ الکمال کے ابتدائی حمدیہ قصیدے ع ''چہ زھرہ خاک مسکین را کہ توحید خدا گوید''

کو لیجیے جو ۲۵۲ شعروں کا ایک طویل قصیدہ ہے - اس کے آغاز میں یہ ابیات سرخ ملتے ہیں :

چون آفتاب روشن توحید ذوالجلال بنمود رخ ز مطلع این غرة الکمال
گہ کا ملان دھر گہ این قبلہ گاہ نور هستند در رکوع در آینده چون هلال

ترجیعات کا بیت سرخ یہ ہے :

ترجیع اول ست سبغت پیمبری کش کرہ فلک سزد اندر صف نعال

اور قطعات کا بیت سرخ یہ ہے :

بنگر کہ قطعہ ز بہشت است هر یکی
این روضها کہ مردم ازان شد ملک خصال

غرہ کی غزلیں اس بیت سرخ سے شروع ہوتی ہیں :

درد دلیست هر غزلم زان سبب کہ هست
خال بتان بلای دل و فتنہ این خیال

اور رباعیات کا حصہ اس بیت سرخ سے :

ابیات عاشقانہ نگہ کن کہ ہریکے دارد سواد کوتہ و خوش چون شب وصال

اس زمین میں منظوم عنوانات کا یہ سلسلہ ایک سو دس ابیات پر مشتمل ہے اور اس میں خاتمے کے اس بیت سرخ کو بھی شامل کر لیا جائے جس سے غرہ کا سنہ ترتیب نکلتا ہے ، تو تعداد ۱۱۱ ہو جاتی ہے :

منت خدای را کہ شد این نامہ تمام از ہجرت رسول شدہ ہفصد و دو سال

اب غرة الکمال کے خطی نسخوں کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں -

(۳)

نیشنل میوزیم کا خطی نسخہ

یہ خطی نسخہ مکمل ہے - طلائی جدول کے ساتھ ہر صفحے پر ۲۱ سطریں ہیں اور نسخے کے کل اوراق ۳۰۱ ہیں ، خط عمدہ نستعلیق ہے - آخر میں ترقیمہ نہیں ہے اس لیے کاتب کا نام اور سنہ کتابت معلوم نہیں ، لیکن ورق ۱ - الف پر کسی کاتب کے خط سے مختلف خط میں خطی نسخے کا نام "عجائب الغرائب دیوان خسرو" لکھا ہے - اسی صفحے پر ایک فقرہ یہ ملتا ہے "عرض دیدہ شد بتاریخ ۹ شہر ربیع‌الاول ۱۰۰۱ء اور اس کے بعد درج کنندہ کی گول مہر ہے جس میں "بندہ لعل بیگ" درج ہے - نسخے کے آخری ورق پر بھی لعل بیگ کی حسب ذیل تحریر خود اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ملتی ہے :

''بحمده و نصلی بتاریخ بیست دویم شهر جمید الثانے روز دو شنبہ ۱۰۰۰ء در مقام چندیری وقتی کہ بندگان ظل الهی نواب کامیاب را بجانب فتح ملک دکن نموده بودند این لعل بیگ این کتاب عالی جناب را از ہندوی کہ اسمش (پر) مانند بود خرید کرد و داخل کتابخانہ کرد (حرره) و صاحبہ لعل بیگ عفی عنہ''۔

لعل بیگ عہد اکبری کی ایک معلوم تاریخی شخصیت کا نام ہے۔ یہ اکبر کے بیٹے سلطان مراد کے بخشی تھے۔ مآثر الامرا کے حاشیے میں ان کا ذکر آتا ہے (جلد دوم ص ۳۸۶)۔ صوفیہ کے ایک مبسوط تذکرے ''ثمرات القدس من شجرات الانس'' کے مؤلف بھی ہیں۔ مکتوبات امام ربانی کے دفتر اول میں حضرت مجدد الف ثانی کا مکتوب نمبر ۸۱ انھی کے نام ہے جس میں شعائر اسلام کی پاسبانی کی طرف ان کو متوجہ کیا گیا ہے۔ غزلیات کے حصے میں احمد شاہ درانی کے عہد کی ایک تحریر بھی ہے جس میں درانی کو متعدد القابات کے بعد دُردرانی لکھا گیا ہے: التماس بآستان بندگان عالیمکان عدالت و کرامت عیان سکندر نشان . . . مفخر الاسلام بادشاہ جم جاہ مالک پناہ خورشید کلاہ گنج بخش رستم رخش رفع الاقدس مقدمین ظل سبحانی دردرانی''۔ ورق ۱۔ الف پر تحریر ہے ''مالک این کتاب محمد علی خاں تالپر'' جس سے ظاہر ہے تالپروں کے عہد میں یہ نسخہ سندھ میں پہنچا ہے۔ ورق ۱۴۲ پر کسی ''صاحب زادہ حبیب اللہ'' کی تحریر بھی ہے جس میں بتاریخ ۱۲۵۰ھ درج ہے۔ نیز ورق ۱۔ الف پر ''میرزا عباس علی بیگ حیدر آباد'' بھی درج ہے۔ مگر یہ حالیہ تحریر ہے اور نیشنل میوزیم کو یہ نسخہ انھی صاحب سے ملا۔ ایک درمیانی ورق کے حاشیے میں کسی قدیم سندھی شاعر کے یہ اردو ابیات بھی ملتے ہیں :

یا علی میرے پر کرم کر مجھے در عشق خود علم کر
دیو سر ہے، رقیب میرے کوں ذوالفقار اپنی سے قلم کر

ایک غزل ''خبرم شدہ است کا مشب سر یار خواہی آمد'' کے بین السطور میں اسی غزل کے دو محذوف اشعار کا اضافہ بھی سندھی طرز نسخ میں ملتا ہے۔ نسخے میں لعل بیگ کی مہریں بھی ہیں جن کو صحیح طور پر پڑھنے کی ضرورت ہے۔ سرسری طور سے ایک میں چین قلیج کا جزو اور دوسری میں بندۂ خاص محمد سید حیدر خاں روز قیامت نلرزد پڑھنے میں آتا ہے۔

ان زوائد کے بعد اب اصل متن کی طرف آئیے۔ ابتدائی پینتالیس اوراق میں غرۃ الکمال کا دیباچہ پھیلا ہوا ہے۔ خسرو کے دواوین کے دیباچوں میں یہ سب سے

طویل ہے - اس میں خسرو نے اپنے مختصر حالات بھی درج کیے ہیں اور اپنی شاعری کے بارے میں بھی اظہار خیال کیا ہے - بتاتے ہیں کہ استادی کی چار شرطیں ہیں اور مجھ میں صرف دو شرطیں پائی جاتی ہیں یعنی میں سرقہ نہیں کرتا اور میرا کلام صوفیوں اور واعظوں کے انداز پر نہیں ، لیکن دو شرطیں موجود نہیں اول یہ کہ کسی طرز خاص کا موجد نہیں دوسرے کلام لغزشوں سے خالی نہیں - دیباچے میں وہ بھی بتاتے ہیں کہ کس صنف سخن میں کس شاعر کے پیرو ہیں - اپنی عربی اور ہندی شاعری سے متعلق بھی صراحتیں کی ہیں جن کی ان کے نزدیک کوئی خاص اہمیت نہیں - ہندی شاعری کے بارے میں لکھا ہے ''جزوے چند نظم ہندی (ھندوی؟) نیز (نذر) دوستاں کردہ شدہ است'' یعنی صرف چند جزو کے بقدر ہندوی میں اشعار کہہ کر نذر دوستاں کیے ہیں - غالباً اسی لیے ہندوی کلام کو جمع کرنے کی نوبت نہیں آئی -

اس نسخے میں کلام ورق ۵۴ ب سے شروع ہوکر ورق ۱۰۳ - الف تک درج ہے - اول ترجیعات کو (جو دراصل ترکیبات ہیں لیکن بیت سرخ میں ترجیع ہی کہا گیا ہے) قصائد کے ساتھ دیا ہے اور ان کو حروف تہجی کے اعتبار سے درج کرنے کی دھن میں ، غرہ کی اصل ترتیب کا خیال کیے بغیر درج کیا گیا ہے - چنانچہ یہ خطی نسخہ اس درمیانی بیت سرخ سے شروع ہوتا ہے :

تیر است در تصور این شعر روز شب   چون مدخل مریض بہ سوداء گنج مال

اور آغاز کا یہ اصل بیت سرخ درمیان میں آتا ہے :

چون آفتاب روشن توحید ذوالجلال   بنمود رخ ز مطلع ابن غرۃ الکمال

دوسری غلطی اس نسخے کے کاتب سے یہ ہوئی ہے ترجیعات (ترکیبات) کے بندوں کو جداگانہ حیثیت دے کر ترجیع (یا ترکیب) آخری شعر کو بطور بیت سرخ کر دیا ہے حالانکہ وہ اس دیوان کے سلسلۂ ابیات سرخ سے جداگانہ بحرو قوافی رکھتا ہے - یہ غلطی بھی ہر بند کو حروف تہجی کے اعتبار سے درج کرنے کی وجہ سے سر زد ہوئی ہے - بہر کیف ، ترجیعات و قصائد کے اس مخلوط حصے میں حمد ، نعت کے علاوہ کیقباد اور جلال الدین فیروز شاہ کی مدح میں متعدد قصائد ہیں - کیقباد کی مدح میں ۲۲ اشعار کا ایک قصیدہ ع منت ایزد را شہ بر تخت سلطانی نشست - اس بیت سرخ کے تحت درج ہے :

بین مدح کیقباد کہ از نام او نہاد   فرمانش بر جبین کیان داغ امتثال

رکن الدولہ ابراہیم کی مدح میں بیس اشعار کا ایک قصیدہ ع ماہ من صورت میمون تو عیدی دگر ست، اس بیت سرخ کے تحت ہے :

این مدح رکن دولہ ابراہیم بین کہ او   قربان عید کرد سر خصم پر ضلال

علاء الدین کی مدح کے دو قصیدے ع رسید موسم عید و صلاح می در داد (۴۲ - اشعار) اور ع ہوای بوستان خوش گشت و بادہ لطف جان دارد (۴۲ - اشعار) کے ابیات سرخ بالرتیب یوں آتے ہیں :

زین شعر عید برمی فیض ست بر محول   در عید بیشئ نفقا تست بر عیال

زین بوستان ذخیرۂ کافور مشک بید   در قلمهاء غنچہ کہ شد باد کوتوال

سیف الدولہ مدح میں بھی ایک قصیدہ ع گر آدمی بلند گہر چون فلک بود سولہ اشعار کا ہے جس کا بیت سرخ یہ ہے :

اینست مدح سیف دول کو بہ رزم گاہ
عمر العدات قصر بالبیض والطوال

علاء الدین کی مدح میں ایک قصیدے ع شاہ شیر افگن بدولت کرد چوں رای شکار ، کا بیت سرخ یہ ہے جس میں قصیدے کو شکار نامہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے :

ہست این شکار نامۂ شہ کو بصید گاہ   از مغز شیر شرزہ دہد طعمۂ شگال

علی ہذا ساٹھ اشعار کے قصیدے ع ما عاشق دردیم و دوا را نشاسیم کو بیت سرخ میں عشق نامہ کہا گیا ہے :

این عشق نامہ فتوی ذوق قلندر است   تا از می مغانہ لبالب کند سفال

علاء الدین کی مدح میں ۱۷ - اشعار کا ایک عربی قصیدہ ہے جس کا بیت سرخ بھی عربی ہی میں ہے :

ہذا مدیح مقتدر من حیایہ   قد یحمل النضار و علی النوق والجمال

ایک قصیدے ع زہی کشیدہ علم برفراز سبز ایوان ، کے بیت سرخ میں خسرو نے اپنا تخلص بھی نظم کیا ہے :

خسرو اگر بلند کند این لواء سبز   آرند جملہ سبز لباسان چرخ حال

ترجیعات اور قصائد کے اس ملے جلے حصے میں چھیانوے ابیات سرخ آتے ہیں - ان میں مرثیوں کے دو ترجیع بند (ترکیب بند) بھی شامل ہیں جو بے ترتیبی کا شکار ہو گئے ہیں اور ان میں سے ایک کا بیت سرخ گم بھی ہے -

اس کے بعد قطعات آتے ہیں جن کا بیت سرخ شروع میں آچکا ہے - اس حصے میں

توحید ، نعت ، مدح حضرت شیخ نظام؄ ، فی التصوف ، فی الواعظ ، المتفرقات فی الهزل والذم وا لاستهزاء والطیبات والشکایات وغیرها کے عنوانات ۱۴۳ قطعات آتے ہیں ۔ متفرقات کے آخری عنوان کو ذیلی عنوان کو ذیلی عنوانات میں بھی تقسیم کیا ہے مثلاً در خست ملوک ، مذمت اخساء، در حق قاضی بے علم ، شکایت از قاضی، ملامت محرراں ، در مذمت یار زیا خوار ، در مذمت بخیلی، ملامت اہل قمار، ترجیع شعر بر موسیقی، مذمت بخل شعراء، در ستایش ہندوستان ، در تفاخر حال خویش ۔

اس کے بعد مثنویاں شروع ہوتی ہیں ۔ پہلی مثنوی فتح نامہ اس بیت سرخ کے تحت آتی ہے :

ہین مثنوی خاصہ چنین فتح نامہ   کز خواندنش تہمتن شہنامہ گشت زال

اسے مفتاح الفتوح کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے ۔ یہ ۶۷۴ ۔ اشعار کی ایک طویل مثنوی ہے جسے ابیات عنوان کا ایک جداگانہ سلسلہ قائم کرکے اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ اس جداگانہ سلسلہؔ ابیات کی بحر تو وہی ہے مگر قوافی بدلے ہوئے ہیں اور اس کے تحت بارہ ابیات آتے ہیں جن میں پہلا حمد ، دوسرا نعت اور تیسرا مدح شہنشاہ کے اشعار کے عنوان کے بطور آتا ہے :

(۱) گفتار در ثناء خداوند داد گر   کو باز میکند در فیروزی و ظفر

(۲) گفتار در شمایل پیغمبری کہ یافت   زیر لوالیش آدم و من دونہ مفر

(۳) گفتار در محامد شاہنشہ جہان   کز مدح اوست زینت دیباچہ ہنر

اس سلسلے کا آخری بیت ، بیت خاتمہ کے بطور آتا ہے جس میں خسرو نے اپنی اختراع پر تفاخر بھی کیا ہے :

این نوع را کہ نظم بود ذکر داستان   من کردم اختراع و نبود ست پیشتر

اصل مثنوی اس طرح شروع ہوتی ہے : ع سخن بر نام شاہی کردم آغاز

دوسری مثنوی ایک طویل منظوم مکتوب ہے جس کے متن کا آغاز یوں ہوتا ہے ۔ ع مخدوم برادر گرامی ۔ اور بیت سرخ یہ ہے :

این نامہ بر کسی است کے جانرا زدستکش
حل کردہ ام بآتش و بنوشتہ این مقال

اس مثنوی کے ذیلی عنوانات یہ ہیں : ع این نامہ کہ جان در سرشتم ، توحید باری ، نعت ، آغاز نامہ ۔

پھر اس بیت سرخ کے تحت ایک اور مثنوی کے اشعار درج ہیں :

این منتہاء قصہ بھر دل کہ خانہ کرد   رغبت درو در آید و بیرون رود ملال

اس کے تحت متن کا پہلا شعر یہ ہے :

زہی فرخندہ قطر آسمان سای　　که ہست از رفعتش بر آسمان جای

اور اختتام اس شعر پر ہوتا ہے :

ولی ختم سخن کردم برین حرف　　کی زر بی صرفه بادت عمر بی صرف

یہ اشعار سہو ترتیب کا شکار معلوم ہوتے ہیں - بہر کیف ، اب ایک اور طویل مثنوی ، ۱۷۸ - اشعار کی ، **فرس الفرس یا اسپ نامہ** کے نام سے اس بیت سرخ تحت آتی ہے :

فرس الفرس خطاب شد ایں اسپ نامه را
کافسانه ایست طرفه بکوش کمیت و چال

اس مثنوی کے آغاز و اختتام کے اشعار یہ ہیں :

آغاز : ای فلک مرکب و ستارہ سپاہ　　مرکبیت پا نہادہ بر سر ماہ
اختتام : باد اسپ مرادت اندر زین　　این دعا مستجاب باد آمین

اس کے بعد بالترتیب ۲۴ ، ۲۳ ، ۸ ، ۲۴ ، ۱۳ ، اشعار کی مثنویاں اپنے اپنے ابیات سرخ کے ساتھ آتی ہیں جو خانهٔ عالی آستانه ، ایوان ، مروحهٔ بستان ، ایوان مبارک ، سرا پردہ کی تعریف میں ہیں - پھر ۲۷ - اشعار کی ایک مثنوی **یاد نامہ** کے نام سے آتی ہے ، جس کا بیت سرخ یہ ہے :

ایں قصه یاد نامهٔ من دان که بهر این　　از بارگاه شاہ ربودم بسر نوال

اس مثنوی کے آغاز و اختتام کے اشعار یہ ہیں :

آغاز : بر رای خدایگان عالم　　خاقان سپهکش معظم
اختتام : دادن نتوان صدیع ازیں بیش　　بر خود ز کمال دولت خویش

آخری مثنوی شاہنامہ ہے جو ۲۵۳ - اشعار کی ہے اور اس بیت سرخ کے تحت درج ہے :

ایں نظم غیر نیست که شهنامهٔ منست
مرغ از بهر زنی شد و سیمرغ ازان زال

اس کے آغاز و اختتام کے اشعار یہ ہیں :

آغاز : بگوشه مبین سرو آزاد را　　که حاجت بر سر نشد باد را
اختتام : زہی زن که در جنبش آرد ضمیر　　مگر بشنود شاہ آفاق گیر

غالباً مثنویات کا یہ حصہ جس میں عشق نامہ ، نامہ منظوم ، اسپ نامہ، یاد نامہ ،

شہنامہ اتنے بہت سے نامے شامل ہیں اصل ترتیب کے مطابق دیوان کے آخر میں شامل کیا گیا ہوگا جس کے بعد خاتمے کا یہ بیت سرخ حسب حال ہو جاتا ہے :

منت خدای را کہ شد این نامۂ تمام   از ہجرت رسول شدہ ہفصد و دو سال

بہرحال ، اس خطی نسخے میں مثنویات درمیان ہی میں آتی ہیں اور ان کے بعد غزلیات اور رباعیات کے حصے ہیں جن کے ابیات سرخ پیشتر آ چکے ہیں ۔ غزلیات کی تعداد دو سو ہے اور ان سے قبل توحید باری ، (ع ای ز خیال ماہرون در تو خیال کے رسد) ، نعت سیدالمرسلینؐ (ع زہی از جوہر قرآن ہمہ پرایۂ دینت) اور مدح شیخ شیوخ نظام الحق (ع ای شربت عاشقی بجامت) کے عنوانات کے تحت اشعار درج ہیں ۔ غزلیات ردیف وار مرتب ہیں ۔ ردیف الف کی دس غزلیں ملتی ہیں ، جن میں سے دو غزلیں تہران ایڈیشن میں بقیہ نقیہ سے منسوب ہیں اور ایک تحفۃ الصغر میں ہے۔ یہی حال باقی دوسری غزلوں کا ہے اور سر دست یہی کہنا چاہیے کہ غزلوں کے صحیح انتساب کا معاملہ تحقیق طلب ہے ۔

آخر میں رباعیات آتی ہیں جن کی کل تعداد ۱۴۰ ہے اور جن عنوانات کے تحت کی گئی ہیں یہ ہیں : فی التوحید ، فی النعت سیدالمرسلین، مدح شیخ الاسلام نظام الحق، فی التنبیہ والوعظ ، المتفرقات فی المدایح و التوقعات والاوصاف وغیرہا ۔ اس آخری فی التصوف، عنوان کے تحت اور بھی متعدد ذیلی عنوانات ملتے ہیں ۔

ان تفصیلات سے ظاہر ہے کہ غرۃ الکمال کا یہ خطی نسخہ اپنی قدامت اور مقدار کلام کے لحاظ سے قابل قدر ہے ۔ برٹش میوزیم کے خطی نسخے ''کلیات امیر خسرو'' (Add 21, 104) میں ، جسے خسرو کے دواوین کا مکمل مجموعہ بتایا گیا ہے ، فہرست نگار کی درج کردہ تفصیلات کے مطابق غرۃ کے اوراق کی تعداد ۱۷۹ ہے ،[۱] اس کے مقابلے میں نیشنل میوزیم کے اس خطی نسخے کی ضخامت ۳۰۱ اوراق ہے ، اور یہ تقابلی مطالعے کے لیے خاصا اہم ہے ۔

(۴)

سندھی ادبی بورڈ کا خطی نسخہ

یہ نسخہ ماہرین کی رائے میں بارہویں صدی ہجری کا ہے اور ایک مہر سے بھی

۱۔ ''حیات امیر خسرو'' مؤلفہ نقی محمد خاں خورجوی میں غرۃ الکمال ایک ایسے خطی نسخے کا ذکر ملتا ہے جو نواب ضیاءالدین خاں نیر و رفشاں دہلوی (م   ) کے کتاب خانے میں تھا ۔ اس میں مثنوی مفتاح الفتوح نہیں تھی اور اس کے اوراق کی تعداد ۲۵۷ تھی ۔